حصولِ پاکستان کے لیے جد و جہد
نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتابچہ	:	حصولِ پاکستان کے لیے جدوجہد (1857 - 1947)
نگرانِ اعلیٰ	:	ڈاکٹر رفیق احمد
ناشر	:	نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن، لاہور
مطبع	:	یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور
ڈیزائنر	:	عمران اسحاق
کمپوزر	:	شہزاد یٰسین
مشیر	:	رضوان احمد مجاہد
سالِ اشاعت	:	2005
تعداد اشاعت	:	2000 کتب

Published by
Nazaria-i-Pakistan Foundation
Madar-i-Millat Park, Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.
E-mail: foundation@nazariapak.info Web: www.nazariapak.info
Ph. 9201213-9201214 Fax. 9202930

Sponsored by
University of Management & Technology
Lahore

1857ء کی جنگِ آزادی

مسلمانانِ ہند کی نشاۃِ ثانیہ کی جو داستان ان کی سیاسی بیداری پر منتج ہوئی اور جس کی بدولت پاکستان معرض وجود میں آیا دراصل 1857ء میں آزادی کی قومی تحریک کی ناکامی سے شروع ہوتی ہے۔یہ سر سید احمد خان تھے جنہوں نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''اسباب بغاوت ہند'' میں اس تحریک کے محرکات وعوامل کا نہایت مدلل اور بے باکانہ جائزہ پیش کیا۔انہوں نے لکھا کہ گزشتہ کئی برسوں کے دوران انگریزوں کی مجموعی غلط کاریوں' عیسائی مشنریوں کی سرکاری سرپرستی' بنیوں اور مہاجنوں کی آزادانہ لوٹ کھسوٹ' عام بے روزگاری' دیسی صنعتوں کی تباہی اور حکمرانوں اور محکوموں کے مابین بُعد سے مسلمان بہت بری طرح متاثر ہوئے۔ 1857ء کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف ہندو بھی شامل تھے لیکن اس کے بعد وہ انگریزوں سے مل گئے اور جنگ کا تمام الزام مسلمانوں پر آ گیا۔حکمرانوں نے مسلمانوں کے خلاف سخت اقدامات کئے۔ بے شمار مسلمانوں کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں اور انہیں سخت سزائیں دی گئیں۔ان پر فوج اور دیگر اہم اداروں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔حکومت کے تمام اہم عہدوں سے انہیں نکال دیا گیا اور ان کی جگہ ہندوؤں کو نوازا گیا۔

سر سید احمد خان کا کارنامہ

انیسویں صدی کے مسلمانوں کے بہت بڑے سیاسی رہنما سر سید احمد خان نے مسلمانوں کے حوصلوں کو بلند اور عزائم کو تازہ کرنے کے لیے متعدد تدابیر اختیار کیں۔ان کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ان کی معاشرتی 'معاشی اور تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کی سیاسی بحالی کا اہتمام بھی ہو۔سب سے پہلے انہوں نے متعدد رسائل لکھ کر واضح کیا کہ اگر مسلمانوں کے مذہبی' معاشرتی اور معاشی معاملات میں دخل اندازی نہ کی جائے تو وہ انگریز حکمرانوں کے تحت پر امن طریقے سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔اس کے بعد ان کی سب سے زیادہ توجہ مسلمانوں کی تعلیم کی طرف مرکوز ہوگئی اور انہوں نے مختلف تعلیمی ادارے قائم کرنے کے بعد علی گڑھ میں تعلیمی تحریک شروع کی جس کا مقصد مسلمانوں کو جدید تعلیم سے آگاہ کرنا اور اس قابل بنانا تھا کہ وہ ہندوؤں کے مقابلے میں حکومت کی

ملازمتوں میں مناسب حصہ حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں۔ ان کی سب سے بڑی خدمت علی گڑھ میں پہلے ایک سکول اور اس کے بعد 1877ء میں علی گڑھ کالج قائم کرنا تھا جس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کے ساتھ انگریز اساتذہ اور انگریز پرنسپل کا تقرر بھی کیا گیا تا کہ مسلمانوں اور انگریزوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبے کو ختم کرنے میں مدد ملے۔

مسلمانوں کے خلاف تحریکیں

انگریز چونکہ ہندوؤں سے خوش تھے اور وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ ہندو ہندوستان میں اکثریت میں ہیں اس لیے ان کا تعاون حاصل کرنے کے لیے انہیں ان کے ساتھ تعلق بہتر بنیادوں پر استوار کرنا چاہیے۔ ہندو ایک طرف تو اپنی اکثریت کے نشے میں سرشار ہو کر انگریزوں سے یہ مطالبہ کرنے لگے تھے کہ ہندوستان میں برطانوی طرز کے سیاسی ادارے قائم کیے جائیں اور دوسری طرف ہندوؤں میں قدیم ہندو تہذیب کو رائج کرنے کی تحریکیں بھی شروع ہو گئیں جن کا مقصد ہندوستان میں رام راج قائم کرنا تھا۔ ان میں سب سے اہم آریہ سماج تحریک تھی جس کی طرف سے یہ جدوجہد شروع ہو گئی تھی کہ مسلمان چونکہ ہندوستان میں باہر سے آئے ہیں اس لیے انہیں یہاں سے نکالا جائے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں نے اردو زبان کے خلاف بھی محض اس لیے مہم شروع کر دی کیونکہ اس کا ارتقا مسلمانوں کے دورِ حکومت میں ہوا تھا۔ سرکاری دفاتر اور عدالتوں میں اردو کی بجائے ہندی زبان اور دیوناگری رسم الخط کو لاگو کرنے کی تحریک سے دونوں قوموں کے درمیان مخاصمت کی فضا قائم ہو گئی۔ ان تمام باتوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو اپنی تہذیب و ثقافت کو محفوظ کرنے کی فکر لاحق ہو گئی اور دوسری طرف پڑھے لکھے ہندوؤں نے اپنے آپ کو سیاسی طور پر منظم کرنا شروع کر دیا۔ ان حالات میں اس وقت کے گورنر جنرل لارڈ ڈفرن کے مشورے سے 1885ء میں انڈین نیشنل کانگرس کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی گئی جس کا مقصد ہندوستان میں برطانوی طرز کے ادارے (لیجسلیٹو اسمبلیاں) قائم کرنا تھا، جن کے ارکان منتخب ہوں اور ووٹ کا حق صرف ان لوگوں کو دیا جائے جو تعلیم یافتہ یا صاحب جائیداد ہوں۔ مسلمان انگریزی تعلیم میں ہندوؤں سے پیچھے تھے اور 1857ء کی جنگ کے حالات کی وجہ سے بہت غریب ہو چکے تھے اس لیے ووٹ کے حق سے متعلق یہ تجاویز سراسر ان کے مفاد کے خلاف تھیں۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ کانگرس سے دور رہیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ کانگرس کا مقصد ہندوستان میں سیاسی اعتبار سے ہندوؤں کا

غلبہ قائم کرنا ہے۔ سرسید کہتے تھے کہ اگر ووٹ کے ذریعے ہندوستانیوں کے نمائندے منتخب کرنا ہیں تو پھر ہندوؤں اور مسلمانوں کو قانون ساز اداروں میں برابر نمائندگی دی جائے اور مسلمانوں کو اپنے نمائندے جداگانہ انتخاب کی بنیاد پر چننے کا حق ہونا چاہیے۔ ہندو اس تجویز کے سخت خلاف تھے۔ سرسید کی ہدایت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان کانگرس سے دور رہے۔

جداگانہ انتخاب کا مطالبہ

1892ء کے قانونِ مجالسِ ہند کے تحت مقامی حکومتوں، یونیورسٹیوں، چیمبرز آف کامرس اور ثقافتی انجمنوں کے ارکان کے ذریعے قانون ساز اداروں میں محدود تعداد میں ہندوستانیوں کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں جتنے لوگ بھی قانون ساز اداروں میں چنے جاتے تھے وہ اکثر ہندو ہوتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان منتخب ہو بھی جاتا تو وہ بے بسی کا نمونہ ہوتا تھا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے مسلمانوں نے واضح طور پر اپنے لیے جداگانہ انتخاب کا حق حاصل کرنے کی تحریک شروع کی۔ اسی اثنا میں ایک اور ایسا واقعہ رونما ہوا جس سے مسلمانوں پر اپنے حقوق ومفادات کی حفاظت کے لیے جداگانہ انتخاب کی اہمیت مزید واضح ہوگئی۔ 1905ء میں برطانوی حکومت نے صوبہ بنگال کو مغربی اور مشرقی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ آسام کو مشرقی بنگال میں شامل کر دیا گیا اور اس کے لیے ایک علیحدہ قانون ساز اسمبلی اور ایک علیحدہ بورڈ آف ریونیو قائم کیا گیا۔ بنگال کی تقسیم سے مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ہندوؤں کے مقابلے میں بہتر ہوگیا۔ ہندوؤں نے اس تقسیم کے خلاف ایک پرتشدد تحریک شروع کر دی اور سارے بنگال میں امن وامان کو تہہ وبالا کر ڈالا۔ ہندوؤں کی مسلم دشمنی کی مختلف تحریکوں بالخصوص تقسیم بنگال کے خلاف ان کی مہم کے پس منظر میں اکتوبر 1906ء میں مسلمانوں کا ایک وفد گورنر جنرل لارڈ منٹو سے شملہ میں ملا اور مطالبہ کیا کہ مسلمان ووٹروں کو یہ حق دیا جائے کہ تمام قانون ساز اداروں میں وہ اپنے نمائندے جداگانہ انتخاب کی بنیاد پر خود چنیں۔ وفد کا کہنا تھا کہ مسلمان اپنی فکری اور ثقافتی اقدار کی بنیاد پر علیحدہ تشخص کے حامل ہیں اس لیے انہیں یہ حق ہے کہ ان کے اپنے نمائندے قانون ساز اداروں میں پہنچ کر ان کے حقوق کی حفاظت کے فرائض انجام دیں۔

شملہ وفد دراصل مسلمانوں کی سیاسی بیداری کی علامت تھا اور اس لحاظ سے یہ مسلمانانِ ہند کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں نے پہلی مرتبہ بحیثیت ایک جدا قوم کے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔

مسلم لیگ کا قیام

یہ تھے وہ حالات جن کی سنگینی کے پیشِ نظر 30 دسمبر 1906ء کو ہندوستان کے مسلمان رہنماؤں کا ایک بڑا اجلاس ڈھاکہ میں ہوا جس میں مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے اپنی جماعت قائم کی جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا حق حاصل کرنا اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے جدوجہد کرنا تھا۔ اس جماعت کی کوششوں سے قانون مجالسِ ہند 1909ء کے تحت مسلمانوں کو قانون ساز اداروں میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے محدود تعداد میں اپنے نمائندے چننے کا حق مل گیا۔ کانگرس نے اس فیصلے کی شدید مخالفت کی۔ اس کے چند ماہ بعد قانون ساز اداروں کے انتخابات ہوئے' مسلمانوں کے نمائندے مسلمانوں نے اپنے ووٹوں سے چنے۔ کانگرس ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ کر چکی تھی۔ 1913ء میں مسلم لیگ نے ایک قرارداد میں یہ مطالبہ کیا کہ ہندوستان میں "مناسب سیلف گورنمنٹ" قائم کی جائے۔ اس قرارداد کو قائداعظم کی حمایت حاصل تھی اور اس کے پاس ہونے کے کچھ عرصہ بعد وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اس قرارداد کا اصل مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں ایسی سیلف گورنمنٹ قائم کی جائے جس میں مسلمانوں کا علیحدہ قومی تشخص برقرار رہے۔

قائداعظم کی کوشش سے 1916ء میں کانگرس اور مسلم لیگ میں سیلف گورنمنٹ کے حصول کے لیے متحدہ جدوجہد کے لیے تعاون کا فیصلہ ہوا۔ اس فیصلے کی یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ مسلمانوں کے علیحدہ قومی تشخص کو تسلیم کرنے کے لیے کانگرس نے مرکز اور صوبوں کی مجالس قانون ساز میں ان کا جداگانہ انتخاب کے ذریعے اپنے نمائندے چننے کا حق تسلیم کر لیا۔ ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے اعتبار سے یہ ایک اہم فیصلہ تھا۔ اس سے یہ بات کانگرس نے عملاً تسلیم کر لی تھی کہ مسلمانوں کا علیحدہ قومی تشخص تسلیم کیے بغیر دونوں قومیں یعنی ہندو اور مسلمان مل کر ہندوستان کی آزادی کے لیے جدوجہد نہیں کر سکتیں۔

تحریکِ خلافت

پہلی جنگ عظیم میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ اس جنگ میں جرمنی کے ساتھ ترکی کو بھی شکست ہوئی۔ اس سے ہندوستان کے مسلمانوں کو بڑا دھچکا لگا۔ جنگ کے دوران ہندوستان کی مسلم فوج انگریز حکومت کی طرف سے جنگ میں بھرپور حصہ لیتی رہی۔ اس دوران انگریزوں نے مسلمانوں سے وعدہ

کیا کہ جنگ کے بعد ترکی کی خلافت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن ترکی کی شکست کے بعد مشرق وسطیٰ میں اس کے تمام علاقوں پر اس کا اختیار ختم کر دیا گیا اور اس طرح اس کی حیثیت بہت کمزور کر دی گئی۔ سلطان ترکی کو چونکہ مسلمانوں کے خلیفہ کی حیثیت حاصل تھی اس لیے مسلمانوں نے اس کی خلافت کو قائم رکھنے کے لیے تحریک شروع کی۔ اسی زمانے میں حکومت نے اپنے خلاف تحریکوں کو روکنے کے لیے 1919ء میں رولٹ ایکٹ کے نام سے ایک بل پاس کیا جس کا مقصد ہر قسم کے احتجاج یا حکومت کے خلاف ہر قسم کی تحریک کو روکنے کے لیے سخت اقدامات کا حق حاصل کرنا تھا۔ قائداعظم نے اس قانون کے پاس ہونے پر احتجاجاً مرکزی مجلسِ قانون ساز سے استعفیٰ دے دیا۔ ہندو بھی اس قانون کے خلاف تھے چنانچہ کانگرس اور تحریک خلافت کے رہنماؤں نے مل کر حکومت کے خلاف عدم تعاون کی تحریک شروع کی اور اس بات پر زور دیا کہ یہ تحریک عدم تشدد پر مبنی ہوگی۔ یہ تحریک تقریباً دو سال تک بڑی کامیابی سے جاری رہی لیکن اس میں ہندوؤں کا رویہ منافقانہ رہا۔ مثال کے طور پر مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ بطور احتجاج علی گڑھ یونیورسٹی بند کر دیں اور ہندوستان سے ہجرت کر جائیں لیکن ہندوؤں نے اس کوشش میں شامل ہونے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کے مطالبے کے باوجود ایم۔ کے گاندھی نے بنارس یونیورسٹی بند کرنے کے معاملے میں اپنی بے بسی کا یوں اظہار کیا کہ ہندو قوم پرست مدن موہن مالویہ اس کے لیے تیار نہیں تھے۔ 5 فروری 1922ء کو یوپی کے علاقے چوراچوری میں ایک احتجاجی جلوس نے مشتعل ہو کر ایک تھانے کو آگ لگا دی جس میں تقریباً اکیس سپاہی جل کر مر گئے۔ اس پر ہندو رہنما ایم۔ کے گاندھی نے تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت اکٹھی ہو چکی تھیں اور اس کی کامیابی سے مسلمانوں کے مطالبات مانے جانے کا کافی امکان تھا چنانچہ گاندھی نے چوراچوری کے واقعہ کو بہانہ بنا کر اس پوری تحریک کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس فیصلے سے تحریک خلافت کو مؤثر طریقے سے جاری رکھنا ممکن نہ رہا۔ مولانا محمد علی جوہر جیل میں تھے، انہوں نے گاندھی کے فیصلے کو غلط قرار دیا۔ اس صورت حال کے بعد ہندو اور مسلمانوں میں اختلافات کا آغاز ہو گیا۔ ہندوؤں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کر دیں۔ شدھی تحریک کا مقصد تھا کہ جن مسلمانوں کے بزرگ ہندو تھے ان کو دوبارہ ہندو بنایا جائے اور سنگھٹن تحریک سے مراد ہندوؤں کو جنگی تربیت دینا تھی۔ اس تحریک کے نتیجے میں مختلف جگہوں پر ہندو مسلم فسادات شروع ہو گئے۔

قائداعظمؒ کے چودہ نکات

سیاسی اعتبار سے ہندو سیاسی جماعتیں کانگرس اور ہندو مہاسبھا اس بات پر زور دینے لگیں کہ مسلمانوں کو حاصل شدہ جداگانہ انتخاب کا حق ختم کر دینا چاہئے کہ اس سے متحدہ ہندوستانی قوم کے تصور کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس صورت حال میں سیاسی حقوق کے معاملے میں ہندو مسلم اختلافات بڑھنے لگے اور ان اختلافات کو حل کرنے کے لیے موتی لعل نہرو کی سربراہی میں ایک آل پارٹیز کمیٹی وجود میں آئی۔ اس کمیٹی کی رپورٹ پر دسمبر 1928ء میں کلکتہ میں آل پارٹیز کنونشن میں غور وخوض ہوا۔ اس کنونشن میں قائداعظمؒ نے نہرو رپورٹ میں جو اہم ترامیم پیش کیں ان میں مسلمانوں کے لیے مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نمائندگی، پنجاب اور بنگال میں آبادی کے تناسب سے نشستوں کا تحفظ اور بقیہ اختیارات کا مرکز کو دیا جانا شامل تھا۔ ہندوؤں نے ان ترامیم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ نتیجتاً قائداعظمؒ کو کہنا پڑا کہ "اب ہمارے راستے جدا ہو گئے ہیں"۔ اس صورتِ حال کے ردِعمل میں قائداعظم کے مندرجہ ذیل 14 نکات مسلمانوں کی آئندہ سیاسی جدوجہد کی بنیاد بنے۔

1- وفاقی طرز حکومت جس میں صوبوں کو باقاعدہ اختیارات حاصل ہوں؛

2- یکساں طرز کی صوبائی خودمختاری؛

3- تمام قانون ساز اسمبلیوں میں کسی صوبے میں بھی اکثریت کو اقلیت یا مساوات میں تبدیل کئے بغیر اقلیتوں کی تسلی بخش اور موثر نمائندگی؛

4- مرکزی مقننہ میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی؛

5- جداگانہ طرز انتخاب؛

6- کوئی علاقائی تقسیم نو پنجاب، بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں مسلمانوں کی اکثریت پر اثر انداز نہ ہونے پائے؛

7- تمام مذہبی فرقوں کو پوری آزادی دی جائے؛

8- کسی مقننہ میں ایسا کوئی قانون یا قرارداد منظور نہ ہو جسے اس سے متاثر ہونے والے فریق کی اکثریت کی منظوری حاصل نہ ہو؛

9- بمبئی پریذیڈنسی سے سندھ کو علیحدہ کر دیا جائے؛

10- صوبہ شمال مغربی سرحد اور بلوچستان میں نفاذ اصلاحات؛
11- مسلمانوں کی ثقافت، تعلیم، زبان، مذہب، شخصی قوانین اور خیراتی اداروں کے تحفظ کا خاطر خواہ آئینی اہتمام؛
12- ملازمتوں میں مسلمانوں کا تسلی بخش حصہ؛
13- ایسی کوئی مرکزی یا صوبائی کابینہ نہ بنائی جائے جس میں کم سے کم ایک تہائی مسلمان وزیر شامل نہ ہوں؛
14- شامل ہونے والی ریاستوں/صوبوں کی رضامندی کے بغیر آئین میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔"

علامہ اقبالؒ کا تاریخ ساز خطبۂ الٰہ آباد

مسلم لیگ کا 1930ء کا اجلاس الٰہ آباد میں ہوا۔ مفکر اسلام علامہ محمد اقبالؒ نے اس کی صدارت کی اور اس میں انہوں نے ہندو مسلم تعلقات کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح الفاظ میں یہ اشارہ کیا کہ ہندوستان میں ہندو مسلم مسائل کا حل انہیں یہی نظر آتا ہے کہ ان علاقوں کو ملا کر جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، خاص کر شمال مغربی ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک علیحدہ آزاد مملکت قائم کر دی جائے۔ یہ مملکت اسلام کے عالم گیر انسانیت پرور نظام کی داعی ہوگی جس کی اس وقت مظالم میں گھرے ہوئے انسانوں کو سخت ضرورت ہے۔ مسلمان نوجوانوں میں علامہ اقبالؒ اپنی ولولہ انگیز ملی شاعری کی وجہ سے بہت مقبول تھے۔ ان کی شاعری نے نوجوانوں میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا تھا اور اسلام کی عظمت کو ہندوستان میں بحال کرنے کا جذبہ ان کے دل میں کئی سالوں سے موجزن تھا۔ چنانچہ ان نوجوانوں میں علامہ اقبالؒ کے علیحدہ مسلم مملکت کے تصور نے ایک نیا ولولہ پیدا کیا اور انہوں نے مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کے حصول کے لیے تحریک شروع کر دی۔ اس سلسلے میں انگلستان میں بھی نوجوان طلبہ نے ایک مہم شروع کی جس میں چودھری رحمت علی، اسلم خٹک، عنایت اللہ خان، شیخ محمد صادق اور خواجہ طارق رحیم پیش پیش تھے اور انہوں نے شمال مغربی مسلم صوبوں کے پہلے حروف ملا کر نئی اسلامی مملکت کا نام پاکستان تجویز کر دیا۔

صوبوں میں کانگرسی حکومتوں کی مسلم کش پالیسیاں

اس اثنا میں ہندوستان کے سیاسی مسائل کو حل کرنے کے لیے برطانوی حکومت نے لندن میں گول میز کانفرنس منعقد کی جس کے 1930ء اور 1932ء کے درمیان تین اجلاس ہوئے۔ اس میں ہندوستان کے کئی ممتاز سیاست دان اور دانشور شریک ہوئے جن میں قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے لیکن ہندوؤں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے مسلمانوں کے جائز حقوق کے تحفظ کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔

گول میز کانفرنسوں کی ناکامی کے باوجود 1935ء میں برطانوی حکومت نے ہندوستان کے لوگوں کو مزید سیاسی مراعات دینے کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے نام سے ایک نیا ایکٹ پاس کیا جس کے مطابق ہندوستان کو 11 صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہر صوبے میں ایک قانون ساز اسمبلی قائم کی گئی۔ اس ایکٹ کے تحت صوبوں کو اندرونی خودمختاری دی گئی اور ہر صوبے میں نمائندہ حکومت قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس ایکٹ کے تحت 1937ء میں تمام صوبوں میں انتخابات ہوئے۔ 11 صوبوں میں سے اکثر میں کانگرسی حکومتیں قائم ہوگئیں۔ اب ہندو مسلم تعلقات کا نیا دور شروع ہوا۔ کانگرسی حکومتوں کے تحت مسلمانوں کے حقوق کو سختی سے دبایا گیا اور خاص طور پر یوپی، سی پی اور بہار میں مسلمانوں پر بڑی سختیاں ہوئیں۔ اکثر کانگرسی حکومتوں کے تحت گیت بندے ماترم قومی ترانے کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ یہ گیت ایک ہندو ناول نگار بانکم چندر چیٹرجی کے ناول <u>انند مٹھ</u> کا حصہ ہے۔ اس ناول کی بنیاد بنگال کے مسلم حکمرانوں کے خلاف سنیاسی تحریک تھی۔ اس گیت میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایک سنیاسی اپنا سر ہندوؤں کی کالی دیوی کے پاؤں میں رکھ کر گاتا ہے کہ اے ماں جب تک ہم لوگ اس مقدس سرزمین سے ان پلید لوگوں (مسلمانوں) کی حکومت ختم نہیں کر لیں گے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس اعتبار سے یہ گیت مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا ذریعہ بنا۔ جن جلسوں اور جلوسوں میں یہ گیت گایا جاتا تھا وہ اکثر مسلم کش فسادات کا ذریعہ بن جاتے تھے۔ ہندو نوجوانوں نے اس سلسلے میں یہ وتیرہ اختیار کر لیا کہ وہ ہندو رہنما ایم۔ کے گاندھی کا بت جلوس کی شکل میں اٹھا کر یہ گیت گاتے ہوئے مسلمانوں کے سکولوں اور مدرسوں کے آگے سے گزرتے، اندر گھس جاتے اور بت کو وہاں نصب کرنے کی کوشش کرتے۔ اس کا نتیجہ ہندو مسلم فسادات کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا۔ قائداعظمؒ نے اس گیت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے نفرت کی بو آتی ہے۔

ستمبر 1939ء میں یورپ میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ گورنر جنرل ہند نے اعلان کر دیا کہ ہندوستان بھی برطانیہ کے ساتھ اس جنگ میں شامل ہے۔ اس پر کانگرس کی صوبائی حکومتیں یہ کہہ کر احتجاجاً مستعفی ہوگئیں کہ گورنر جنرل کو نمائندہ حکومتوں کے مشورہ کے بغیر جنگ میں شمولیت کے اعلان کا حق نہیں ہے۔ چونکہ ان وزارتوں کے دوران مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہوگئی تھی لہٰذا ان کے جانے کے بعد مسلمانانِ ہند نے یومِ نجات منایا۔

کانگرس درحقیقت انگریزوں پر دباؤ ڈال رہی تھی کہ وہ اس کی مرضی کے مطابق ہندوستان کو آزادی دینے کا وعدہ کریں جس میں ایک قومی نظریے کی بنیاد پر متحدہ ہندوستان کا وجود قائم رہے لیکن اس کے برعکس علامہ اقبالؒ کے خطبہ الٰہ آباد کے بعد مسلمانوں میں آزادی کی ایک نئی امنگ پیدا ہو چکی تھی۔ ان کے دل میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ ہم بحیثیت مسلمان ایک قوم ہیں اس لیے ہمارا ایک اپنا ملک ہونا چاہئے جس میں ہم اپنی قدار کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ 1935ء کے قانون حکومت ہند کے تحت صوبوں میں جو کانگرسی حکومتیں قائم ہوئی تھیں ان کے تحت وہ مسلمانوں کے حقوق غصب ہونے کا حال بھی دیکھ چکے تھے اور یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ اگر مسلمانوں کی علیحدہ مملکت قائم نہ ہوئی تو ہندو اکثریت کے تحت انہیں متحدہ ہندوستان میں غلامی کی بدترین زندگی بسر کرنا پڑے گی۔

سندھ مسلم لیگ کی تاریخی قرارداد

اکتوبر 1938ء میں سندھ مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی' قائداعظم نے صدارت کی۔ اس کانفرنس نے ایک واضح قرارداد منظور کی جس میں آل انڈیا مسلم لیگ سے یہ سفارش کی گئی کہ وہ آئین کی ایک ایسی سکیم تیار کرے جس کے تحت مسلمانانِ ہند کو مکمل آزادی حاصل ہو۔ 1935ء کے ایکٹ کے تحت ہندوستان میں ایک وفاقی حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس قرارداد میں وفاق کے قیام کو پرزور الفاظ میں رد کر دیا گیا کیونکہ صوبوں میں کانگرسی حکومتوں کے رویے نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ یہ نظام مسلمانوں کے مفادات کے خلاف ہے۔

قراردادِ پاکستان

اب حالات جس نہج پر آ گئے تھے اس کے پیشِ نظر مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے علیحدہ مسلم مملکت کے قیام کے لیے ضروری عملی اقدامات کا فیصلہ کر لیا چنانچہ مارچ 1940ء میں لاہور میں

اپنے اجلاس میں جس میں ہندوستان بھر سے مسلم نمائندوں نے شرکت کی، یہ قرارداد منظور کی گئی کہ ہندوستان کے مشرقی اور مغربی علاقوں پر مشتمل، جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے علیحدہ مسلم مملکت قائم کی جائے جس میں مسلمان اپنے مخصوص فکری، ثقافتی اور سیاسی اقدار کے مطابق نظام حکومت قائم کر سکیں۔

اس قرارداد کے نتیجے میں مسلمانانِ ہند کو ایک واضح نصب العین مل گیا اور اس کے حصول کے لیے ایک ایسی تحریک شروع ہوگئی جس میں مسلمان من حیث القوم مصروف ہو گئے۔ ان میں کوئی فرقہ پرستی رہی اور نہ کوئی بڑے چھوٹے کا فرق رہا۔ سب ایک اللہ اور ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب، قرآن مجید، کے ماننے والوں کی حیثیت سے متحدہ طور پر اپنی منزل حاصل کرنے کے لیے مصروف عمل ہو گئے۔

ہندوؤں نے جنگ کے دوران انگریزوں سے اپنے مطالبات منوانے کے لیے "ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک شروع کی اور مختلف مقامات پر بڑے ہنگامے کئے لیکن یہ تحریک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکی۔ مسلمان اس تحریک سے علیحدہ رہے۔ اس تحریک کے جواب میں قائداعظمؒ نے انگریزوں سے مطالبہ کیا کہ 'ہندوستان تقسیم کرو اور چھوڑ دو'۔

برطانوی حکومت کی مختلف تجاویز اور مطالبۂ پاکستان

ہندو مسلم اختلاف کی خلیج روز بہ روز بڑھتی جا رہی تھی۔ کانگرس کا مطمح نظر ہندوستان میں رام راج کا قیام تھا۔ حالات کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے 1942ء میں برطانوی حکومت نے ہندوستان کے لیے سر سٹیفورڈ کرپس کی سربراہی میں پارلیمانی وفد بھیجا جس نے ہندوستان میں کانگرس، مسلم لیگ اور دیگر سرکردہ جماعتوں کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں اپنی تجاویز سے آگاہ کیا۔ ان کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ نئی ہندوستانی یونین کی تشکیل کی جائے جو تاج برطانیہ اور دوسری نوآبادیات کے ساتھ شریک ہو لیکن وہ اپنے داخلی اور خارجی امور میں کسی کے زیر اثر نہ ہوں۔ ہندوستانیوں پر مشتمل آئین اور دستور میں اس بات کی گنجائش رکھی جائے گی کہ وفاق میں شامل کوئی صوبہ یونین سے علیحدگی اختیار کر سکے۔ مسلم لیگ نے ان تجاویز کو اس بنا پر مسترد کر دیا کہ:

1- حکومت کا یہ اعلان کہ ہندوستان میں ایک یونین قائم کی جائے گی، آل انڈیا مسلم لیگ کے منشور اور خواہشات کے منافی ہے کیونکہ وہ ہندوستان کی نام نہاد وحدت پر یقین نہیں رکھتی۔

2- چونکہ مجوزہ آئین ساز اسمبلی میں اہم معاملات کا فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا تھا اور مسلمانوں کا تناسب صرف پچیس فیصد کے قریب ہوتا تھا اس لیے وہ اکثریت کی خواہش کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے۔

3- اس میں یونین میں شمولیت اور عدم شمولیت کا طریقہ درج نہیں تھا۔

قائداعظمؒ نے ان تجاویز کو انتہائی غیر مناسب اور مسلمانوں کے لیے حد درجہ نقصان دہ قرار دے کر مسترد کر دیا جن میں مطالبۂ پاکستان کو غیر مبہم اور واضح طور پر قبول نہیں کیا گیا تھا اور مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو بھی قبول نہیں کیا گیا تھا۔ کانگرس نے ان تجاویز کو اس لیے مسترد کر دیا کہ اسے اس میں پاکستان کی بو آتی تھی۔ اس نے علیحدگی کی شق کو "فتنے کا بیج" قرار دیا۔

ہندوستان کی آئینی گتھی کو سلجھانے کے لیے گورنر جنرل لارڈ ویول نے جون 1945ء میں ایک پلان کا اعلان کیا جس کے تحت گورنر جنرل کی انتظامی کونسل کی تشکیلِ نو کا اشارہ تھا۔ اسی حوالے سے وائسرائے نے شملہ میں ہندوستان کے سرکردہ لیڈروں کی کانفرنس بلائی جس میں آئینی اختلافات پر بحث ہوئی لیکن کانگرسی رہنماؤں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ انجام کار کانفرنس ناکام ہو گئی جس کا وائسرائے نے خود ہی اعلان کر دیا۔ اس مسئلے کا سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ قائداعظمؒ کی دور بین نگاہ یہ دیکھ رہی تھی کہ ویول پلان میں کوئی ایسی آئینی شق موجود نہیں جس کے ذریعے اس عبوری انتظام کو مستقل ہونے سے روکا جا سکے اور یہ خدشہ موجود تھا کہ مرکزی حکومت میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی اور مسلمان ہمیشہ کے لیے ان کی سیاسی غلامی میں بندھ کر رہ جائیں گے۔

1945-46ء کے فیصلہ کن انتخابات

قائداعظمؒ نے اس اہم آئینی مسئلے کے حل کے لیے عبوری انتظامات کی بجائے مستقل حل تلاش کئے جانے اور قیامِ پاکستان پر اصرار کیا۔ قائداعظمؒ نے اپنے خدشے کا برملا اظہار کیا کہ ویول پلان کو قبول کرنے کی صورت میں پاکستان کا مطالبہ ہمیشہ کے لیے کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ اسی موقع پر مسلم لیگ کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کا سوال اٹھا اور قائداعظمؒ نے کانفرنس کی ناکامی پر عام انتخابات منعقد کرانے کا مطالبہ کیا۔ 1945-46ء میں مرکزی اور صوبائی انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ کے لیے حصہ لیا۔ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی تیس نشستیں تھیں۔ یہ سب نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کیں۔ صوبوں میں کل مسلم نشستیں 495 تھیں۔ ان میں سے مسلم لیگ نے 446 نشستیں حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور مسلمان پاکستان حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ان انتخابات کے نتائج کے پیشِ نظر برطانوی حکومت نے ہندو مسلم تنازعے کے حل کے لیے 1946ء میں لارڈ پیتھک لارنس کی سربراہی میں ایک کابینہ مشن ہندوستان بھیجا۔ اس موقع پر

قائداعظمؒ نے ایک بیان میں کہا کہ وہ ''کابینہ مشن کو یہ باور کرانے کی کوشش کریں گے کہ تقسیم ہند ہی اس مسئلے کا واحد حل ہے۔'' کابینہ مشن نے کانگرس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ ہندوستان کے آئینی مسئلے کے حل کے لیے دونوں جماعتوں نے مئی 1946ء میں منعقدہ دوسری شملہ کانفرنس میں اپنی اپنی تجاویز پیش کیں لیکن شدید اختلاف رائے کے پیش نظر یہ کانفرنس ناکام رہی جس پر کابینہ مشن نے اپنی طرف سے ایک منصوبے کا اعلان کیا جس میں ایک ایسی انڈین یونین کے قیام کا ذکر تھا جس میں مرکز کو دفاع، امور خارجہ، اور مواصلات پر کنٹرول حاصل ہو۔ اس پلان کے تحت ہندوستان کو تین گروپوں میں تقسیم کرنے کی تجویز تھی۔ ایک گروپ میں پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان شامل تھے، دوسرے میں بنگال اور آسام اور تیسرے گروپ میں باقی ہندو اکثریتی صوبے۔ مرکز میں ایک یونین گورنمنٹ کے قیام کا حوالہ تھا۔ چونکہ اس پلان میں مجوزہ گروپوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دس سال کے بعد اگر چاہیں تو انڈین یونین سے الگ ہو سکتے ہیں لہٰذا مسلم لیگ نے اس بنا پر کابینہ مشن پلان کو قبول کر لیا کہ جو گروپ تشکیل پانے ہیں، آخر کار وہ پاکستان کی شکل اختیار کر لیں گے۔ دوسرے لفظوں میں مسلم لیگ کو ان تجاویز میں پاکستان کے قیام کا واضح امکان نظر آیا۔ کانگرس نے پہلے تو اسے قبول کر لیا لیکن بعد ازاں اس خدشے کے پیشِ نظر کہ مسلم لیگ نے اس کے اندر قیام پاکستان کا واضح امکان دیکھ کر اسے منظور کیا ہے، اس پلان کو رد کر دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ کانگرس کسی حالت میں مسلمانوں کے حقوق و مفادات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

کابینہ مشن پلان کے ایک حصے کا تعلق مرکز میں عبوری حکومت قائم کرنے سے تھا۔ عام انتخابات کے بعد عبوری حکومت کی تشکیل کے سلسلے میں کانگرس نے کہا کہ وہ کسی ایسے منصوبے کو ہرگز منظور نہیں کرے گی جس میں لیگ اور کانگرس کو مساوی نمائندگی دی گئی ہو۔ اس پر وائسرائے نے کانگرس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے عبوری حکومت کے حوالے سے ایک نیا فارمولا پیش کیا جس کے تحت 13 وزیر مقرر کیے جانے تھے۔ ان میں کانگرس کے 6، مسلم لیگ کے 5 اور دیگر اقلیتوں کے 2 وزیر شامل تھے۔ کانگرس نے یہ فارمولا بھی رد کر دیا جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کانگرس کی یہ خواہش تھی کہ ہندوستان میں کلی اقتدار کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں رہے۔ ہر قسم کا اختیار صرف ہندوؤں کے تصرف میں ہو اور مسلمانوں کو سیاسی اقتدار میں ہرگز شریک نہ کیا جائے۔ اگرچہ کانگرس نے پلان کو رد کر دیا لیکن وہ اس کے تحت قائم ہونے والی آئین ساز اسمبلی میں شمولیت پر راضی ہو گئی۔ مسلم لیگ نے

عبوری حکومت میں شامل ہونے پر رضامندی کا اعلان کر دیا۔ چونکہ کانگرس نے کابینہ مشن پلان کو مسترد کر دیا تھا اور مسلم لیگ نے اسے مان لیا تھا اس لیے وائسرائے پر لازم تھا کہ وہ اپنے اعلان کردہ اس فیصلے کی رو سے کہ جو پارٹی پلان کو مکمل طور پر قبول کر لے گی، اسے عبوری حکومت بنانے کے لیے دعوت دی جائے گی مسلم لیگ کو عبوری حکومت کی تشکیل کی دعوت دیتا مگر اس نے کانگرس کو ساتھ ملانے کی کوششیں جاری رکھیں اور مسلم لیگ کو حکومت بنانے کی دعوت نہ دی۔

ہندوستان کی عبوری حکومت اور مسلمان

انگریزوں نے مسلمانوں کے ساتھ اپنی بدعہدی کی ایک اور مثال قائم کرتے ہوئے کانگرس کو عبوری حکومت بنانے کی دعوت دی حالانکہ اس نے کابینہ مشن پلان کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔ وائسرائے نے ملک میں بڑھتی ہوئی سیاسی بے چینی اور فرقہ وارانہ فسادات کے پیش نظر فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے عبوری حکومت کو کامیابی سے چلانا ممکن نہیں ہے چنانچہ مسلم لیگ کو بھی عبوری حکومت میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ اب عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت پر دونوں جماعتوں میں وزارتوں کا تنازع سامنے آیا اور آخر کار دونوں جماعتوں میں مختلف وزارتیں تقسیم کی گئیں۔

یہ امر لائق تحسین ہے کہ عبوری حکومت میں مسلم لیگی وزرا کی کارکردگی ہندو اکثریتی جماعت کے وزرا سے بہتر ثابت ہوئی۔ اس دور میں عبوری حکومت کے وزیر خزانہ خان لیاقت علی خان نے وہ انقلابی بجٹ پیش کیا جو تاریخ میں غریبوں کے بجٹ کے نام سے مشہور ہے۔

تقسیمِ ہندوستان کا فیصلہ

مارچ 1947ء میں ہندوستان میں نئے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو تقسیم ہند کے اختیارات کے ساتھ بھیجا گیا جس نے قائداعظمؒ، کانگرس اور دیگر سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں سے یکے بعد دیگرے ملاقاتیں کیں تاکہ اقتدار کی منتقلی کے لیے قابلِ عمل طریق کار وضع کیا جائے۔ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کو ہر صورت میں متحد رکھنے کا متمنی تھا وہ آخر تک کابینہ مشن پلان کو ہندوستان کے آئینی مسائل کا بہترین حل تصور کرتا رہا۔ مسلمانوں کے خلاف انگریز کی بدنیتی اور بدعہدی کا یہ ایک اور بیّن ثبوت تھا۔ ماؤنٹ بیٹن کی یکے بعد دیگرے ہندوستانی زعما سے ملاقاتوں کے بعد آخر کار تقسیمِ ہند کی سکیم منظور کر لی گئی۔ تین جون 1947ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیمِ ہند کے منصوبے کا اعلان کیا۔ اس کے مطابق بنگال اور پنجاب کو بھی تقسیم ہونا تھا۔ آسام کے ضلع سلہٹ اور صوبہ شمال مغربی سرحد میں رائے

شماری ہوئی تھی اور بلوچستان کے سرداروں کا جرگہ منعقد ہوا تھا تاکہ ان علاقوں میں پاکستان کے بارے میں رائے عامہ معلوم ہو سکے۔ ان علاقوں کے مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ کیا۔ سر سیرل ریڈکلف کی صدارت میں دو حد بندی کمیشن قائم کئے گئے تھے تاکہ وہ بنگال اور پنجاب میں سرحدوں کا تعین کریں۔ ریڈکلف نے مسلمانوں کی اکثریت کے چند اہم اضلاع بھارت میں شامل کر دیئے۔ ضلع گورداسپور جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، ہندوستان کو دے دیا گیا۔ اس طرح ہندوستان کو کشمیر تک پہنچنے کا راستہ مل گیا اور اس نے اس پر زبردستی قبضہ کر لیا۔

تقسیمِ ہند کے اس منصوبے کے نتیجے میں ہندوؤں میں مایوسی پھیل گئی۔ انہوں نے اسے "گئو ماتا" کے دو ٹکڑے کرنا قرار دیا۔ غنڈوں اور لٹیروں کے مسلح جتھوں نے مشرقی پنجاب اور دہلی میں قتل و غارت گری شروع کر دی۔ لوٹ مار، آتش زنی اور اغوا کے اتنے واقعات ہوئے اور اتنا زیادہ قتل عام ہوا کہ برعظیم کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کوئی دس لاکھ سے زائد مسلمان شہید ہوئے اور ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں کے گھر اور مال و متاع چھن گئے۔ ان المناک واقعات میں 3 جون کے منصوبے پر بددیانتی سے عمل ہوا۔ لاکھوں مسلمانوں نے خون کا دریا پار کرتے ہوئے پاکستان کی طرف کوچ کیا۔ ردِ عمل کے طور پر مغربی پاکستان سے بھی ہندوؤں اور سکھوں کا انخلا ہوا لیکن مجموعی حیثیت سے جو جانی اور مالی نقصان مسلمانوں کو اٹھانا پڑا، اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

پاکستان کے حصول کے راستے میں رکاوٹ کی آخری کوشش کے لیے کانگرس اور ہندو نواز گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن نے ایک آخری چال چلی۔ کانگرس نے اعلان کیا کہ آزادی کے بعد بھارت کے پہلے گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن ہوں گے اور یہ تجویز بھی پیش کی کہ دونوں ملکوں کا گورنر جنرل ایک ہی ہو یعنی ماؤنٹ بیٹن۔ قائداعظمؒ اس چال کو خوب سمجھتے تھے چنانچہ مسلم لیگ نے اعلان کیا کہ 14 اگست سے پاکستان کے گورنر جنرل قائداعظمؒ خود ہوں گے اور ہم ماؤنٹ بیٹن کو مشترکہ گورنر جنرل قبول نہیں کریں گے۔ اس اعتبار سے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ہندو جو آزادی کی بہت بات کرتے تھے اور انگریزوں کی مخالفت کرتے تھے، انہوں نے اپنا دورِ آزادی ایک انگریز گورنر جنرل کے تحت شروع کیا۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے اپنے آزادی پسند مزاج کے مطابق اپنے سب سے بڑے قومی راہنما قائداعظم محمد علی جناحؒ کو اپنا پہلا سربراہِ مملکت دیکھنا پسند کیا۔

سب سے بڑی مسلم مملکت کا ظہور

یہ ہے سرسری داستان مسلمانوں کی صد سالہ جدوجہد آزادی کی جس کے نتیجے کے طور پر آخر کار 1947ء میں یورپ کے نوآبادیاتی نظام کے خاتمے کے بعد پاکستان کی شکل میں آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑی خود مختار مسلم مملکت اور دنیا کی پانچویں بڑی ریاست ظہور پذیر ہوئی۔ سرسید احمد خان نے اس جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اسے جغرافیائی اور نظریاتی لبادہ عنایت کیا اور قائداعظمؒ نے اپنی بے مثال قوت اور فعالیت سے مشہور امریکی ماہر تاریخ سٹینلے والپرٹ کی زبان میں نہ صرف تاریخ کا دھارا موڑا بلکہ دنیا کا نقشہ بدلتے ہوئے ایک قومی ریاست تخلیق کر ڈالی۔

اگرچہ 3 جون 1947ء کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ اور ہندوؤں کی نمائندہ جماعت کانگرس نے دو الگ الگ ریاستوں کے قیام پر سمجھوتہ کر لیا تھا لیکن 11 دن بعد 14 جون 1947ء کو کانگرس نے برملا یہ قرارداد پاس کی کہ دو قومی نظریہ جس کی بنا پر ہندوستان تقسیم ہوا ہے ایک باطل نظریہ ہے اور جلد ختم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کانگرس اور ہندو مہاسبھا کے لیڈروں نے یہ اعلان کیا کہ جدا ہونے والے حصے جلد بھارت میں واپس لے لیے جائیں گے۔ یہ قراردادیں ابھی تک برقرار ہیں اور ہندو اس کا آئے دن اظہار کرتے رہتے ہیں۔ انہی قراردادوں کے پس پردہ پروان چڑھنے والی ذہنیت بھارت اور پاکستان کے درمیان پرامن ہمسائیگی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ قائداعظمؒ نے قیام پاکستان کے دو ماہ بعد 25 اکتوبر 1947ء کو رائٹر کے نامہ نگار ڈنکن ہوپر سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ پاکستان تو ہمیشہ کے لیے قائم ہو چکا ہے اس لیے کہ پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ ہے اور یہ ایک خیالی تصور نہیں بلکہ روزمرہ کی زمینی حقیقت ہے۔ ہندوستان کی تقسیم اسی بنا پر ہوئی ہے اور یہ ناقابلِ تنسیخ ہے۔ قائداعظمؒ نے مشہور ہندو پروفیسر ڈاکٹر گیڈگل کا حوالہ دیتے ہوئے یہ حقیقت بھی بیان کی تھی کہ انڈین یونین بنیادی طور پر ایک ہندو قومی ریاست یا ہندو قومی ریاستوں کی فیڈریشن ہے لہٰذا دونوں ریاستوں کو ایک دوسرے کا وجود تسلیم کرتے ہوئے برابری کی سطح پر اچھے ہمسائیوں کی طرح رہنا چاہیے۔

دو قومی نظریہ یا نظریۂ پاکستان درحقیقت ہمارے اسلامی تشخص کا دوسرا نام ہے۔ عرب ممالک تو اس تشخص کے رنگ میں سو فیصد رنگے ہوئے ہیں لہٰذا وہاں اس کو اُجاگر کرنے کی حاجت پیش نہیں آئی لیکن جنوبی ایشیا میں اس تشخص کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ یہاں ہندوؤں کی شکل میں ایک اور

قوم لستی ہے جو توحید اور انسانی مساوات کے اسلامی نظریۂ حیات کے مقابلے میں ایک سے زیادہ خداؤں اور ذات پات کی قائل ہے۔ طرزِ فکر کے اس اختلاف کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ مسلمان اور ہندو زندگی کے ہر قابلِ ذکر پہلو کے حوالے سے ایک دوسرے سے مختلف راستوں پر گامزن رہے ہیں۔ قائداعظمؒ نے ہمارے اسلامی تشخص اور دوقومی نظریئے کے بارے میں بڑے جامع انداز میں یوں روشنی ڈالی ہے:۔

> ''ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف بہت گہرا اور ناقابلِ تنسیخ ہے۔ ہم مسلمان اپنی تابندہ تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ زبان وادب، فنونِ لطیفہ، فن تعمیرات، نام اور نام رکھنے کا طریقہ، قدر اور تناسب کا شعور، قانونی اور اخلاقی ضابطے، رسوم اور جنتری، تاریخ ور روایات اور رجحانات وامنگیں، ہر ایک لحاظ سے ہمارا اپنا انفرادی زاویۂ نگاہ اور فلسفۂ حیات ہے۔ بین الاقوامی قانون کی ہر تعریف کے مطابق ہم ایک قوم ہیں۔''

یہی وہ مشہور دوقومی نظریہ ہے جس کی بنیاد پر برطانوی ہندوستان 1947ء میں آئینی طور پر دو مختلف ممالک کی شکل میں آزاد ہوا۔ ہندوؤں کی اکثریت والے علاقے بھارت میں شامل ہوئے اور مسلمانوں کی اکثریت والے علاقے پاکستان میں۔ اسی اصول کی بنا پر مسلمانوں کی اکثریت والی ریاست جموں وکشمیر کو پاکستان میں شامل ہونا چاہیے تھا لیکن ہندوؤں نے دھوکہ بازی سے فوجیں بھیج کر آدھے سے زیادہ کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کرلیا جسے ختم کرنے کے لیے کشمیری مجاہدین جدوجہد کررہے ہیں۔

یوں تو پاکستان نے پچھلی چھ دہائیوں میں مختلف میدانوں میں حیرت انگیز سرعت سے قومی ڈھانچے تعمیر کیے ہیں اور دنیا کی چھٹی جوہری طاقت کا درجہ حاصل کرلیا ہے لیکن قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے تصورات کے مطابق ہمارا ملک ابھی تک صحیح معنوں میں ایک جمہوری اور فلاحی مملکت نہیں بن سکا۔ بہرحال یہ امر باعث صد شکر ہے کہ ہماری آزادی برقرار ہے اور ہم میں ایک ترقی یافتہ فلاحی ملک بننے کی پوری صلاحیتیں موجود ہیں۔ آنے والی نسلوں سے ہمیں پوری امید ہے کہ وہ قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے خوابوں کی تکمیل کے لیے ہر محاذ پر مصروفِ جدوجہد رہیں گی۔ 2004-2005ء کو نوجوانوں کا سال قرار دینے کا اصل مقصد اس جدوجہد کے لیے ان شاہینوں کو بال وپر دینا ہے۔

پاکستان
عطیۂ خداوندی

نام : اسلامی جمہوریہ پاکستان

تاریخِ آزادی : 14 اگست' 1947ء

بنیاد : **دو قومی نظریہ** : اس نظریے کے مطابق جنوبی ایشیا میں دو بڑی قومیں بستی ہیں' ہندو اور مسلمان جو مذہبی اور تمدنی لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ یہ قومیں اچھے ہمسایوں کی طرح رہ سکتی ہیں بشرطیکہ ایک دوسرے پر بالادست بننے کی کوشش نہ کریں۔ اس نظریے کے مطابق 1947ء میں برطانوی ہندوستان آئینی طور پر دو مختلف ممالک کی شکل میں آزاد ہوا۔ ہندوؤں کی اکثریت والے علاقے بھارت میں شامل ہوئے اور مسلمانوں کی اکثریت والے پاکستان میں اور یہ طے پایا کہ دونوں ملکوں میں اقلیتوں کی جان و مال کو مکمل حفاظت دی جائے گی۔

منزل : پاکستان میں اسلامی اقدار کے مطابق ایک ایسے فلاحی معاشرہ کا قیام جس میں رنگ' نسل' زبان اور مذہب کے امتیاز کے بغیر تمام انسانوں کو برابری کی بنیاد پر ترقی کے مواقع میسر ہوں۔

بانی : قائداعظم محمد علی جناحؒ (1876ء - 1948ء)

مصور : علامہ محمد اقبالؒ: خطبۂ الہ آباد (30 دسمبر' 1930ء)

اصولی مطالبہ	قراردادِلاہور (قراردادِپاکستان)23مارچ'1940ء
ایک واحد آزاد مملکت کا مطالبہ	قراردادِدہلی 19اپریل'1946ء
دارُالخلافہ	اسلام آباد
محلِ وقوع عطیہ خداوندی	جنوبی' شمالی'مشرقی اورجنوبی ایشیا کے تمام فضائی' زمینی اور سمندری راستے پاکستان سے ہوکرگزرتے ہیں۔جنوب میں بحیرۂ عرب'مشرق کی جانب بھارت'مغرب کی جانب ایران اورافغانستان' شمال کی طرف چین اورشمال مشرق میں سابق روسی ریاستیں۔
کُل رقبہ	796,096مربع کلومیٹر
زمینی حُدود	سرحدوں کی لمبائی 6,774 کلومیٹر
سرحدی ممالک	افغانستان(2,430کلومیٹر) چین(523کلومیٹر)' بھارت(2,912کلومیٹر) ایران(909 کلومیٹر)
عمومی موسم	مختلف حصوں میں مختلف موسم۔شمالی پہاڑی علاقے سردیوں میں سخت سرد اورگرمیوں خوشگوار۔میدانی علاقے گرمیوں میں سخت گرم اورسردیوں میں سخت سرد۔ ریگستانی علاقے زیادہ تر گرم خشک۔سمندری علاقے زیادہ تر گرم مرطوب۔سالانہ اوسط بارش762 ملی میٹر۔
قدرتی وسائل	پہاڑی اور میدانی علاقوں کے علاوہ بیش بہا سرسبز وشاداب زرخیز زمین' دریائے سندھ اوراس کے معاونین کا وافر پانی' قدرتی گیس کے ذخائر' پٹرولیم' کوئلہ'لوہا'تانبا'نمک اورچونا۔
اہم زرعی پیداوار	کپاس' گندم' چاول' گنا' مختلف پھل اورسبزیاں
اہم صنعتیں	کپڑا' کھاد' کھیلوں کا سامان'لوہااور مشینیں' بجلی کی اشیاء' کیمیائی اشیاء' چینی' تمباکو' گھی' سیمنٹ' گھریلو دستکاریاں
نہری زمین	180,000مربع کلومیٹر
آبادی	153,960,000 (بحوالہ تخمینہ جون 2005)

اهم قومی دن :
☆ یومِ قراردادِ پاکستان 23 مارچ
☆ یومِ آزادی 14 اگست
☆ یومِ علامہ اقبالؒ 9 نومبر
☆ یومِ قائداعظم محمد علی جناحؒ 25 دسمبر
☆ عیدالفطر ☆ عیدالاضحیٰ ☆ عیدمیلادالنبی ﷺ

قومی پرچم : سبز اور سفید رنگ ۔ اسلام کے روایتی سبز رنگ میں ایک چوتھائی سفید حصہ جو اقلیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ سبز حصے پر سفید رنگ کا ہلال اور پانچ کونوں والا ستارہ اسلام کا امتیازی نشان ہے۔

خارجہ پالیسی : قائداعظم محمد علی جناحؒ کے فرمان کے مطابق اقوامِ عالم میں برابری کی سطح پر ''جیو اور جینے دو'' کی پالیسی پر یقین۔

قومی کرنسی : روپیہ

قومی زبان : اُردو

قومی پھول : یاسمین

قومی لباس : شلوار قمیص (اچکن کے ساتھ)

قومی کھیل : ہاکی

قومی ایئر لائن : پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائن (پی آئی اے)

چند اہم پہلو :

بلند چوٹیاں:

1- کے ٹو: دنیا کی دوسری بڑی چوٹی (28253 فٹ بلند)
2- نانگا پربت: دنیا کی 14 بلند ترین چوٹیوں میں شامل
3- 23000 فٹ سے زیادہ بلند چوٹیوں کی تعداد = 82

چند کارہائے نمایاں:

1- کھیلوں کے میدان میں ہاکی ۔ کرکٹ ۔ سکوائش اور سنوکر میں عالمی چیمپئن
2- دریائے سندھ اور اس کے معاونین دنیا میں سب سے بڑے آبپاشی نظام کی بنیاد
3- شاہراہِ ریشم کی تعمیر
4- ایٹمی قوت کا حصول، مئی 1998ء
5- موٹر وے کی تعمیر

ملک کے درخشاں مستقبل کا سب سے اہم عنصر
نوجوانانِ پاکستان

حصولِ پاکستان کی دو بنیادی قراردادیں

اصولی مطالبہ

قراردادِ لاہور 23 مارچ 1940ء

1- "جغرافیائی لحاظ سے باہم متصل یونٹوں کے خطوں کی صورت میں حد بندی کی جائے اور یہ خطے ضرورت کے مطابق علاقائی ردوبدل کر کے اس طرح قائم کیے جائیں کہ ان علاقوں کو جہاں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے جیسا کہ برصغیر کے شمال مغربی اور مشرقی حصوں میں ہے۔ آزاد مملکتوں کی صورت میں اکٹھا کر دیا جائے۔ جن کے اندر شامل ہونے والی اکائیاں خودمختار اور حاکمیت کی حامل ہوں۔

2- ان اکائیوں اور علاقوں کے دستور میں اقلیتوں کے مذہبی اور ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے ان کے مشورے سے مؤثر تحفظات رکھے جائیں۔ اسی طرح کے تحفظات کے ذریعے ہندوستان کے ان حصوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان کی حفاظت کا بندوبست کیا جائے۔ یہ اجلاس ورکنگ کمیٹی کو اختیار دیتا ہے۔ مذکورہ بالا بنیادی اصول کے بموجب ایسی دستوری سکیم مرتب کرے جس میں ان ریاستوں کو سارے مسائل مثلاً دفاع، خارجی معاملات، رسل و رسائل، کسٹم اور دیگر ضروری امور کا اختیار دیا گیا ہو۔"

(قرارداد لاہور جو بعد میں قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی 22 سے 24 مارچ 1940 کے دوران لاہور میں منعقدہ مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس میں منظور کی گئی)

ایک واحد آزاد مملکت کا مطالبہ

قراردادِ دہلی 9 اپریل 1946ء

1- "وہ علاقے یعنی شمال مشرق میں بنگال اور آسام اور شمال مغرب میں پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان، جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں یعنی پاکستان کے علاقے، انہیں ایک آزاد اور خودمختار مملکت کا درجہ دیا جائے۔ اس سلسلے میں یقین دہانی کرائی جائے اور پاکستان کی تشکیل کے سلسلے میں اس پر بلا تاخیر فوری طور پر عملدرآمد کیا جائے۔

2- ہندوستان اور پاکستان کے عوام کے لیے دو آئین ساز مجالس تشکیل دی جائیں تا کہ وہ دونوں اپنے اپنے آئین تیار کریں۔

3- پاکستان اور ہندوستان کی اقلیتوں کو کل ہند مسلم لیگ کی قرارداد لاہور 23 مارچ 1940ء کی روشنی میں تحفظات فراہم کیے جائیں۔

4- مرکز میں عارضی حکومت کے قیام کے سلسلے میں مسلم لیگ کے تعاون کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ مسلم لیگ کے مطالبے یعنی پاکستان کی تشکیل کے سلسلے میں بلا تاخیر فوری طور پر عملدرآمد کیا جائے۔"

(قرارداد دہلی آل انڈیا مسلم لیگ کے زیر اہتمام 7 سے 9 اپریل 1946ء کو دہلی میں برطانوی ہندوستان کی مرکزی اور صوبائی مجالس قانون ساز کے منتخب مسلمان اراکین کے اجلاس میں منظور کی گئی جو قائداعظم کی زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔)